اسلامی بینک کاری اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ
مذاہبِ متبوعہ سے استفادے کی تفصیل

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
نگران شعبہ تخصص فقہِ اسلامی، واستاذ جامعہ

﴿خط﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قابلِ صد احترام استاذِ مکرم حضرت مولانا مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام مسنون! اُمید ہے کہ آپ اور جملہ اساتذۂ جامعہ خیر وعافیت سے ہوں گے۔ عرض یہ ہے کہ جامعہ کے ترجمان رسالہ ماہنامہ ''بینات'' میں ''مروجہ اسلامی بینک کاری اور تکافل'' کے موضوع پر آپ کے تحریر فرمودہ مضامین سے مستفید ہوتے رہتے ہیں، جو کہ ہم جیسے مبتدی طلبہ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔

باعثِ تحریر یہ ہے کہ مؤرخہ ۲۱؍ فروری ۲۰۱۸ء کو بمقام سرینہ ہوٹل اسلام آباد میں اسلامی بینک کاری اور تکافل کے عنوان سے منعقدہ پروگرام میں شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے اپنے خطاب کے دوران غیر سودی بینک کاری کے قیام میں علماء کرام کی جد وجہد کا تذکرہ کرتے ہوئے کچھ باتیں محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے حوالے سے ارشاد فرمائیں جو میں حضرت شیخ الاسلام صاحب زید مجدہم کے الفاظ میں نقل کر دیتا ہوں:

> ''مجھے یاد ہے کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ - اللہ تعالیٰ نے جن کی مجھے مدتِ دراز تک رفاقت کا شرف عطا فرمایا- وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ: کسی نہ کسی طرح تم اس سود کے نظام سے نجات حاصل کرنے کے لیے ائمہ اربعہ کے کسی بھی مسلک کو اختیار کرنا پڑے، کسی غیر متبوع اور مرجوح روایت کو اختیار کرنا پڑے تو اس کے لیے کوشش کرو، تاکہ کم از کم آدمی حرام سے نکل کر حلال میں آجائے۔

یہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار ارشاد فرمایا اور ''بینات'' میں اس موضوع پر اداریے لکھے اور سب سے پہلا جو غیر سودی بینک قائم ہوا تھا پاکستان میں، اس کو ''اسلامک کو آپریٹیو بینک'' کے نام سے ایک صاحب نے قائم کیا تھا، جب وہ قائم ہوا تو حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے اوپر ''بینات'' میں ایک عظیم خوشی کا اظہار کیا، بلکہ خود بنفسِ نفیس جا کر اس کا افتتاح فرمایا، حالانکہ اس میں ابھی تک شرعی اعتبار سے بعض محلِ نظر چیزیں تھیں، لیکن مجرد یہ بات کہ قدم بڑھا ہے اسلامی بینک کاری کی طرف تو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خیر مقدم فرمایا۔''

ایک اور بات یہ ارشاد فرمائی:

''حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ آج بھی کانوں میں گونجتا ہے، فرماتے تھے: کتابوں کی ورق گردانی کرو، چاروں ائمہ میں سے کہیں بھی تمہیں کوئی راستہ ملے تو اس کو اختیار کرو۔'' (انتہیٰ بلفظہ)

حضرت بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے ان دو ملفوظات کے پسِ منظر میں بصد ادب واحترام آپ سے سوال ہے کہ اگر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ غیر سودی بینک کاری کے قیام کے لیے اس حد تک وسعت کے قائل تھے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی کوئی قول مل جائے چاہے غیر متبوع اور مرجوح ہی کیوں نہ ہو، اسے ''غیر سودی بینک کاری'' کی بنیاد بنا لیا جائے تو مروجہ اسلامی بینک کاری کی تردید میں کسی قسم کی کوئی گنجائش اور لچک نہ دینے والا ہمارا رویہ کس حد تک درست ہے؟ براہِ کرم اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر بندہ کے اس خلجان کو دور فرمائیں۔

فقط والسلام

تلمیذکم: محمد حامد

معرفت: مسلم دواخانہ، شاہی روڈ، نزد گورنمنٹ ہائی اسکول، خان پور، ضلع رحیم یار خان

﴿جواب﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز القدر مولانا محمد حامد صاحب! سلّمہٗ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مورخہ ۷؍رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵؍مارچ ۲۰۱۸ء کو تحریر کردہ آپ کا والا نامہ موصول ہوا، جواب میں قدرے تاخیر پر معذرت خواہ ہوں۔

مؤرخہ ۲۱ رفروری ۲۰۱۸ء کو میزان بینک وغیرہ کی میزبانی میں منعقد ہونے والے پروگرام کا آپ نے حوالہ دیا، اور مخدوم العلماء حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے بیان بابرہان کا ایک حصہ نقل فرمایا، جس میں حضرت مخدوم گرامی نے محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ سماعی ارشادات اپنے حافظہ وذاکرہ سے سامعین کے سامنے نقل فرمائے تھے۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بینکوں کی اسلام کاری کے لیے بلا قید وشرط مذاہبِ متبوعہ کی طرف چلے جانے کی نہ صرف اجازت دیتے تھے، بلکہ غیر متبوع اور مرجوح قول سے استفادہ کی ایک گونہ ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بابت ''بینات'' میں اداریے لکھے تھے۔

دوسرا یہ کہ کراچی میں ''اسلامک کوآپریٹیو بینک'' کے نام سے ایک ادارہ کھلا تھا جس کا حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے افتتاح فرمایا تھا، اور ''بینات'' میں ادارے کے کارپردازوں کی حوصلہ افزائی، تحسین اور تشجیع بھی فرمائی تھی، باوجودیکہ اس ادارے کے تمویلی طرق مکمل اسلامی نہیں تھے، بلکہ کئی امور قابلِ اشکال بھی تھے، اس اجمال کی تفصیل آنجناب نے اپنے خط میں بطور تقریری اقتباس کے نقل فرمائی ہے۔

بلاشبہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے فکرمند تھے، وہ بینکوں کی اصلاح واسلام کاری کے لیے کوشاں بھی رہے، اجتہادِ قدیم پر اجتہادِ جدید بھی آپ کا موضوع رہا، تمدنِ جدید کی تباہ کاریوں سے اُمت کی حفاظت بھی آپ کا مشغلہ رہا، مغرب اور مغرب زدہ طبقے سے علمی وقلمی نبرد آزمائی بھی آپ کا معمول تھا، تحقیق اور تجدیدِ فقہ کے نام پر اسلام کا ''جدید ایڈیشن'' تیار کرنے والے تحقیقاتی اداروں سے ہمیشہ آپ محاذ آراء بھی رہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس موضوع پر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ نامہ ''بینات'' میں اداریے لکھے، بلکہ اس کے علاوہ متعدد مضامین ومقالات بھی تحریر فرمائے تھے، جو بحمد اللہ! محفوظ بھی ہیں اور موجود بھی۔

مزید برآں ان ہی مقاصد کے لیے آپ نے ''مجلسِ تحقیقِ مسائلِ حاضرہ'' بھی بنائی تھی، اس مجلس کی تاریخی روئیداد، تحقیقی اُصول اور مسائلِ جدیدہ سے بحث ومباحثہ کے بنیادی قواعد کا بیان بھی بڑی تفصیل کے ساتھ علمی وتاریخی دستاویزات کے طور پر حضرت کے ادارے میں بحمد اللہ! موجود اور محفوظ ہے۔ بالخصوص بینک کے سود، انشورنس یا اس نوعیت کے جدید کہلانے والے دیگر مسائل کے حل کے لیے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں مختصر اور کہیں طویل، اُصول ومبادی ذکر فرمائے ہیں، ان اصول ومبادی کی موجودگی میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے معاشی افکار یا بینک کاری تصور کے بارے میں کسی قسم کے خلجان کے بغیر صحیح رائے قائم کرنا بہت ہی آسان ہے۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ یہ اُصول جب خود حضرتؒ کے قلم سے دستیاب ہیں تو ہمیں براہِ راست ان تحریروں سے استفادہ کر لینا چاہیے، ان تحریروں میں حضرت کا موقف، نظریہ اور تصورِ بینک کاری خوب واضح انداز میں لکھا ہوا ہے ۔ اگر حضرتؒ کی یہ واضح تحریریں سامنے ہوں تو اجتہادِ جدید، مسائلِ جدیدہ، جدت وقدامت، تنگ نظری ووسعت نظری اور جدیدیت واباحیت کے حوالے سے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے رجحانات وخیالات کی بابت رائے قائم کرنے میں کوئی دشواری ہوگی اور نہ ہی کسی کو تشویش ہوگی ۔ اگر کہیں خلجان، نسیان یا غلط فہمی ہو تو اس کا ازالہ بھی ہوسکتا ہے ۔ اس لیے کہ حضرتؒ سے متعلق آپ کے اشکال جیسا اشکال حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں بھی پیش آیا تھا، جب ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے بعض لوگوں نے حضرتؒ کی کسی تقریر کو اپنی تحقیقات وتجدیدات کی تائید قرار دیا تھا، اس پر حضرتؒ نے خود اس کا جواب بھی دیا تھا، وہ تفصیلی ارشاد اور اس نوعیت کے دیگر ارشادات بھی کسی تفصیلی نشست میں عرض کریں گے، یہاں اختصار کے ساتھ آپ کی تشویش سے متعلق صرف چند ارشادات عنوانات کے اضافے کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں، ملاحظہ ہوں:

فقہِ اسلامی کا موجودہ ذخیرہ کافی ہے، اجتہادِ مستقل کی ضرورت نہیں

۱:...... ''فقہِ اسلامی کا یہ ذخیرہ ہمارا بڑا قیمتی سرمایہ ہے اور جہاں اس کی حفاظت کی ضرورت ہے ساتھ ہی ساتھ اس پر عمل کرنا اور اس سے منتفع ہونا بھی ہمارا فرض ہے ۔ منتفع ہونے سے میرا مقصد یہ ہے کہ جدید تمدن نے جو بہت سے جدید مسائل پیدا کردیئے ہیں، اب اسی فقہِ اسلامی کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرنا چاہیے ۔ اس سرمایہ کے ہوتے ہوئے اُمت کو نہ جدید مستقل اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ اس کا امکان ۔ اس عظیم الشان ذخیرہ میں بحث وتلاش اور غور وخوض کے بعد جدید مسائل کے حل کرنے کا بہت سامان مل جائے گا، ورنہ زیادہ سے زیادہ بعض جزوی مسائل میں علماءِ امت کو ان ہی کے بتائے ہوئے اُصولوں پر جدید اجتہاد کی ضرورت ہوگی ۔''

دشواری، ابتلاءِ عام، عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر فقہ حنفی سے عدول کیا جاسکتا ہے، مگر مذاہب کی ترتیب اور تتبعِ رخص وتلفیق سے احتراز کی شرط کے ساتھ

۲:...... ''اگر مسئلہ مطلوبہ سب فقہاء کے ہاں ملتا ہے، لیکن حنفی مذہب میں دشواری ہے اور بقیہ مذاہب میں نسبتاً سہولت ہے اور عوام کا عام ابتلاء ہے تو اخلاص کے ساتھ جماعتِ اہلِ علم غور کرے، اگر ان کو یقین ہو جائے کہ عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر عصرِ حاضر میں دینی تقاضا

سہولت وآسانی کا مقتضی ہے تو پھر مذہبِ مالکؒ، مذہبِ شافعیؒ، مذہبِ احمدؒ بن حنبل کو علی الترتیب اختیار کرکے اوراس پر فتویٰ دے کر فیصلہ کیا جائے۔

ہمارے عصرِ حاضر کے اکابر نے فسخِ نکاح کی مشکلات کو اسی طرح حل کیا ہے اور متأخرین حنفیہ نے ''مفقودُ الخبر'' میں بھی ایسا ہی کیا ہے، البتہ تلفیق سے احتراز کرنا ضروری ہوگا اور ''تتبُّعِ رُخص'' کو مقصد نہ بنایا جائے گا۔''

موجودہ فقہی ذخیرہ کافی ہے، اجتہادِ جدید اور تتبُّعِ رخص پر قوم کو آمادہ کرنا تدبیرِ طفلانہ ہے

۳:...... ''جو فریضہ علماء امت کے ذمہ ایسے حالات میں عائد ہوتا ہے' ان سے سبکدوش ہوجائیں۔ نہ جدید اجتہاد کا دروازہ کھولنا ہے نہ ''تتبُّعِ رُخص'' پر قوم کو آمادہ کرنا ہے، نہ ترکِ تقلید کی بنیاد رکھنا ہے، بلکہ یہ سمجھنا ہے کہ ''قرآن وسنت'' اور اس کے بعد ''فقہ اسلامی'' اور ''تفقہ فی الدین'' کے ذریعہ ساری مشکلات حل ہوسکتی ہیں اور فقہاء اسلام اور فقہ اسلامی سے بے نیاز ہوکر دینِ اسلام کی حفاظت کی تدبیر طفلانہ خیال ہے۔ فقہاء کرام نے دین کی بڑی خدمت کی ہے، ایک ہزار برس کے بعد بھی دنیا ان کی جلیل القدر حیرت انگیز خدمات سے مستغنی نہیں ہوسکتی، بلکہ قیامت تک ان کی منت پذیر رہے گی۔''

(بینات: ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۳ء۔ جلد: ۲، عدد: ۴، ص: ۱۹۴ تا ۱۹۸)

مسائلِ شرعیہ کے نام پر ''تتبُّعِ رُخص'' اور ''تلفیق بین المسائل'' پر قناعت دھوکہ ہے اور شریعت کا کھلواڑ ہے

۴:...... ''بہرحال اب بھی ہم ان تمام زیرِ بحث مسائل میں اپنا نظریہ پیش کرنے کے لیے تیار ہیں اور آپ سے اتنی توقع ضرور رکھتے ہیں کہ مسائلِ شرعیہ میں صرف ''رخصتوں'' کا تتبُّع اور ''تلفیق بین المسائل'' پر قناعت کرکے اس دھوکہ میں نہ پڑ جایئے کہ ہم نے شریعت کا دامن پکڑ رکھا ہے اور اس طرح دینِ مبین کو ''کھیل بنالینے'' کی غلطی کے مرتکب نہ ہوجایئے، أعاذنا اللّٰہ منہ۔''

(بینات: صفر ۱۳۸۴ھ مطابق جولائی ۱۹۶۴ء، جلد: ۴، شمارہ: ۲، ص: ۷۵ تا ۹۳)

پیش آمدہ مسئلے کے لیے قولِ شاذ (مرجوح رائے) اور خلافِ اجماع کو لینا' اجتہادِ جدید اور مذاہبِ اربعہ سے خروج ہے

۵:...... ''جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل مذاہبِ اربعہ میں سے کسی میں موجود ہو، بشرطیکہ وہ رائے شاذ اور اجماعِ امت کے خلاف نہ ہو تو ہمیں اسی کو اختیار کرنا ہوگا، تاکہ اجتہادِ جدید

اور مذاہبِ مجتہدین سے خروج کی ضرورت نہ رہے۔‘‘

شدید اضطرار کے بغیر فقہ حنفی سے عدول نامعقول ہے

۶: ...... ’’چونکہ ہمارے ملک میں حنفی مسلک رائج ہے، اس لیے بدون شدید اضطرار کے بلا وجہ اس سے نکلنا اور ’’رائے عامہ‘‘ کو خواہ مخواہ پریشان کرنا غیر معقول ہوگا۔‘‘

حلِ مسائل کا ایسا طرزِ عمل جو نصوص کو غیر معمول بہ بنادے اور خلافِ اجماع ہو، اس کی آخری منزل الحاد وتحریف ہے

۷: ...... ’’جن مسائل میں نصوصِ قطعیہ موجود ہوں، وہ ہر دور میں دائرۂ اجتہاد سے خارج ہیں، اجتہاد صرف ان مسائل تک محدود ہے جو نہ منصوص ہوں نہ اجماعی، اس لیے اس کی گنجائش نہیں کہ کسی حکم کی علت، مصلحت یا حکمت تراش کر اُسے ایسے طور پر مدارِ حکم قرار دے لیا جائے کہ اس سے نص کا غیر معمول بہ ہونا یا اجماعِ امت کا باطل ہونا لازم آئے۔ یہ طرزِ عمل تقریباً الحاد وتحریف سے جاملتا ہے اور بہت سے لوگ جہل یا عناد کی بنا پر اس کے مرتکب ہیں۔‘‘

حلِ مسائل میں مذاہبِ فقہاء سے چھانٹ چھانٹ کر رخصتیں تلاش کرنا ’’خروج عن الدین‘‘ کے مرادف ہے

۸: ...... ’’مذاہبِ مختلفہ کو ملانے (تلفیق) اور اضطراری حالت کے بغیر مذاہبِ فقہاء سے چھانٹ چھانٹ کر رخصتوں کو تلاش کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ یہ دین ہی سے نکل جانے کے مرادف ہے۔‘‘

تمدنِ جدید کے تقاضوں کو اضطرار کے بہانے‘ اسلامی معاشرے میں فٹ کرنا محرمات کا اسلامی متبادل نہیں ہے

۹: ...... ’’جدید تمدن کی بدولت غیر اسلامی ممالک میں بیشتر ایسے قوانین رائج ہیں جو روحِ اسلام کے منافی اور قطعیاتِ اسلامیہ سے ٹکراتے ہیں، انہیں ’’اضطرار‘‘ کے بہانے سے اسلامی معاشرے میں جوں کا توں فٹ نہ کیا جائے، بلکہ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے اسلام میں اس کا جو ’’بدل‘‘ موجود ہے‘ اسے اختیار کیا جائے، مثلاً: ’’بینک کا سود‘‘، ’’بیمہ‘‘ اور ’’کمیشن ایجنسی‘‘ کا مسئلہ ہے کہ اسلام میں اس کا بدل ’’شرکت‘‘، ’’قراض‘‘ اور ’’کفالت‘‘ وغیرہ کی صورت میں موجود ہے، جس کے ہوتے ہوئے ان حرام امور کے ارتکاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

اشکال کی جڑ (بنیاد) یہ ہے کہ ہم غیر اسلامی قوانین کو ان میں رتی بھر تبدیلی کیے بغیر اسلامی اُصول پر منطبق کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور جب وہ فٹ نہیں ہوتے تو گمان کرلیا جاتا ہے کہ اسلام معاذ اللہ! جدید دور کے ساتھ قدم ملاکر چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔‘‘

نئے مسائل کے حل کے لیے الجاء واضطرار اور عیش پرستی وزراندوزی کے درمیان شرعی فرق کو نظرانداز کرنا مضحکہ خیزی اور ماتم انگیزی ہے

۱۰:...... ’’الجاء واضطرار کے درمیان اور عیش پرستی، زراندوزی اور امیر سے امیر تر بننے کی حرص کے درمیان جو نمایاں فرق ہے، اُسے ملحوظ رکھنا چاہیے، ایک بھوکا ننگا فاقہ کش ہے، جسے قوت لایموت بھی میسر نہیں اور ایک وہ امیر کبیر ہے جس کا گھر طرح طرح کے اسبابِ تنعم سے پٹا پڑا ہے، مگر اس کی حرص کی جہنم کو صبر نہیں، یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ دونوں کا حکم یکساں قرار دیا جائے، پہلی صورت اضطرار کی ہے (جس میں سدِ رمق تک مردار کھانے کی بھی اجازت ہے) اور دوسری اسراف وتبذیر کی (جس کے لیے مجبوری کا بہانہ مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے) اور کم فہمی (اسی طرح کے) مضحکہ خیز لطیفوں بلکہ ماتم انگیز حادثوں کو جنم دیا کرتی ہے، حق تعالیٰ رحم فرمائے اس پر جو انصاف سے کام لے۔‘‘

(بینات: محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء، جلد: ۱۲، شمارہ: ۱، ص: ۱۹ تا ۳۹)

حضرت محدث العصر شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کی روشنی میں ان کے ’’بیان کردہ موقف‘‘ کا جائزہ لیا جائے تو اس پر اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ ’’بیانِ مذکور‘‘ میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مکمل طور پر نقل نہیں ہوسکی، بلکہ ادھوری رہ گئی ہے۔ حضرت بنوریؒ کے ارشادات کے مطابق بینک کاری کی اصلاح کے دوران مذاہبِ اربعہ متبوعہ سے استفادے کے لیے حضرت بنوریؒ کے ہاں کم از کم پانچ سلبی اور پانچ ایجابی شروط کا لحاظ لازمی قرار دیا گیا تھا۔

ایجابی شرطیں

۵/ ایجابی شرطیں یہ ہیں:

۱:...... دشواری

۲:...... ابتلاءِ عام

۳:...... عمومِ بلویٰ کا تحقق

۴:...... اضطرار اور عیش پرستی کے درمیان فرق کا لحاظ

۵:...... مذاہبِ اربعہ کی ترتیبِ زمانی کی رعایت۔

سلبی شرطیں

جبکہ پانچ سلبی شرطیں یہ بتائی گئی تھیں:

۱:......اجتہادِ جدید نہ ہو ۲:......تتبُّعِ رُخص

۳:......تلفیق بین المسائل ۴:......قولِ شاذ

۵:......خلافِ اجماع (قولِ مرجوح) کا محظور نہ پایا جاتا ہو۔

اگر کہیں یہ ایجابی وسلبی شرطیں ملحوظ نہ رکھی گئی ہوں تو وہاں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے کے مطابق مذاہبِ متبوعہ سے بے دریغ اور بلا امتیاز استفادے کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

باقی جہاں تک حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے دوسرے ارشاد کا تعلق ہے، غالباً یہ ارشاد' جناب شیخ ارشاد احمد مرحوم کے پیش کردہ نظامِ بینک کاری سے متعلق ہے، اس نظام میں کیا خوبیاں اور خامیاں تھیں؟! اس کی پڑتال کے لیے موصوف کی تحریر کردہ کتاب ''بلاسود بینک کاری'' کے نام سے دستیاب ہے، اس کی عملی شکل اور جزوی سقم سے قطع نظر بینک کاری کی نظریاتی اور فکری بنیادیں تقریباً وہی ہیں جن کی بنیاد پر ہمارے اکابر' بینکوں کی اصلاح واسلام کاری کے متمنی وخواہاں تھے، اور وہ بنیادیں ہیں: ''سودی بینک کاری کی نقالی کی بجائے شرکت ومضاربت پر مبنی تجارتی ادارے کا قیام'' اگر اس پوری کتاب کو کھنگالا جائے تو ''میزان بینک واخواتہا'' کے طرقہائے تمویل (نام نہاد مرابحہ، اجارہ اور شرکتِ متناقصہ) کا دور دور تک اشارۃً، کنایۃً یا صراحۃً نام ونشان بھی نظر نہیں آئے گا۔

اس وضاحت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اکابر بالخصوص حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بینک کاری کی اصلاح واسلام کاری کا نظریہ، شرکت ومضاربت پر مبنی حقیقی تجارتی ادارے کے گرد گھومتا تھا اور اسی نوعیت کی کاوشوں کو وہ سراہا کرتے تھے، جب کہ ہم اپنے معاصر علمائے کرام کے جن ''بینک کاری ماٰثر'' کو قابلِ تنقید سمجھتے ہیں' وہ بزرگوں کے تصور سے جدا دکھائی دیتے ہیں۔ بزرگوں کے ہاں تو بینک کا متبادل ایسا ادارہ سمجھا جاتا تھا جو قرضوں کے کاروبار میں بینک کی نقالی کی بجائے حقیقی تجارت کے ذریعے حقیقی نفع اندوزی کرکے نفع کی منصفانہ تقسیم کرے، ادھر تو معاملہ اس کے برعکس دکھائی دے رہا ہے۔ یہاں روایتی بینک کاری کے سودی قرضے کو اپنے تمام ظواہر وخصائص کے ساتھ ''مرابحہ مؤجلہ'' کا نام دیا گیا ہے اور روایتی لیزنگ کو ''کاراجارہ'' جبکہ ہاؤس فائنانس کی رائج الوقت شکل کو ''شرکتِ متناقصہ'' قرار دیا گیا ہے۔

پس بینکوں کی اسلام کاری کی حالیہ شکلیں اور ان شکلوں میں اسلامی رنگ بھرنے کے لیے اپنائے گئے طور طریقے اکابر کی مطبوعہ تحریروں میں ہمیں چونکہ نہیں ملتے، اس لیے بینک کاری کی مروجہ

اسلام کاری کو اکابر کی طرف منسوب کرنا ہمیں قابلِ اشکال لگتا ہے، اور ہم اکابر کے نسبت بردار ہونے کے ناطے ماہ نامہ ''بینات'' میں وقتاً فوقتاً نام نہاد اسلامی بینک کاری اور انشورنس کے تکافلی نام کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرض کرتے رہتے ہیں۔

بنا بریں اگر اکابر نے اپنے دور میں بینکوں کی اصلاحی فکر و کاوش کی جہاں تحسین وتشجیع فرمائی ہو تو اسے بینکوں کی اسلام کاری کی حالیہ مسخ شدہ شکل کی بجائے ان کے اپنے دور کے بینک کاری تصور کے ساتھ ملحق کرنا زیادہ صاف، شفاف اور سہل ہے۔

باقی جہاں تک بزرگوارِ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے ذکر کردہ بیان کا تعلق ہے، ان کی تغلیط و تردید کی چنداں حاجت نہیں، جیسا کہ اوپر عرض کر چکے ہیں کہ ان کی آدھی مجمل بات' تاویل و تفصیل کے ساتھ درست قرار دی جاسکتی ہے، وہ یوں کہ بلاشبہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بینک کاری کی اصلاح و اسلام کاری کے لیے فکرمند و کوشاں ضرور تھے، مذاہبِ متبوعہ سے استفادے کی گنجائش بھی بتاتے تھے، مگر ان قیود، شروط اور تفاصیل کے ساتھ جو درج بالا اقتباسات میں درج ہیں، اگر حضرت اقدس مخدوم مکرم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے بیان میں حضرت بنوریؒ کی تحریر کی قیود و شروط بیان کرنے سے رہ گئی ہوں تو اسے اُن کی بزرگی کے احترام میں اس نسیان و ذہول کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے، جس کا اظہار خود حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے بعض بیانات میں ملتا ہے، اور مختلف مسائل میں اس کا ظہور بھی ہوا ہے، جو کسی بھی طور پر قابلِ نقد یا موردِ الزام نہیں بن سکتا، کیونکہ عزم و جزم کے بغیر خطاً و نسیان، عصمتِ انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے منافی نہیں ہے تو اسے ولایتِ اولیاء پر کیسے اثر انداز کہا جاسکتا ہے؟ بلکہ ایسے سہو و نسیان کے بعد بھی نبی کی عصمت اور ولی کی ولایت بے غبار ہی رہتی ہے، اصطفائی مقام اور اجتبائی رتبے پر حرف گیری ممنوع ہی رہتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ إِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔'' (آل عمران:۳۳)

''وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔'' (طٰہٰ:۱۱۵)

''فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ . لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ. فَاجْتَبَاهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصَّالِحِيْنَ۔'' (القلم:۴۸، ۴۹، ۵۰)

فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتبہ

بندہ: رفیق احمد بالاکوٹی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ